قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ

[سورہ ۱۷، بنی اسرائیل :۸۱]

غیر مقلدین کا فرار

ایک دلچسپ داستان

اس کتابچہ میں غیر مقلدین کی اشتہار بازی سے لے کر لاجوابی تک کی روداد کے ساتھ ساتھ طلاق ثلاث، شراب کی حلت و حرمت اور کتے کی خرید و فروخت کے جواز پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

از

حضرت مولانا **عبد الرشید** قاسمی سدھارتھ نگری دامت برکاتہم

حسبِ ایماء

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا **عبد الحفیظ** صاحب رحمانی

سابق محقق شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

سر بکف پبلیکیشنز

Sarbakaf.blogspot.com

تفصیلات

نام	:	غیر مقلدین کا فرار – ایک دلچسپ داستان
زبان	:	اردو
از قلم	:	حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قاسمی سدھارتھ نگری دامت برکاتہم
کمپوزنگ اور ای بک کی تشکیل	:	فقیر شکیب آحمد
ایڈیشن	:	اول
سنِ اشاعت	:	جون ۲۰۱۶ء / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ
اوسط تعداد	:	لاتعداد
میدانِ اشاعت	:	آن لائن، برقی کتاب (Online, E-book)
زمرہ	:	اسلامی
شائع کردہ	:	سربکف پبلیکیشنز
ویب	:	Sarbakaf.blogspot.com
قیمت	:	فی سبیل اللہ

"سربکف پبلیکیشنز" سے رابطہ

ای میل

SarbakafMagazine@gmail.com

موبائل

+918956704184

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہٖ الکریم امابعد!

قارئین کرام! بر صغیر کی علمی و ثقافتی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ جب سندھ کے ڈاکوؤں نے مسلمانوں کے جہاز پر ڈاکہ ڈالا تو عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے اٹھارہ سالہ بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں اسلامی فوج کو سندھ کی جانب روانہ کیا اور خشکی وتری دونوں طرف سے حملہ کرتے ہوئے صرف تین سال کے اندر ۹۵ھ میں اسلامی فوج نے سندھ کے پورے علاقہ کو اپنے زیر نگیں کر لیا ،چونکہ ان حضرات کا تعلق عراق سے تھا اس لئے وہ اور ان کے متبعین عراقی فقہ ہی کے پابند تھے اور سندھ کا پورا علاقہ عراقی مکتب فکر سے وابستہ اور فقہ حنفی کا گہوارہ تھا۔

اس کے بعد چوتھی صدی یعنی ۳۹۲ھ میں جب غزنوی حکمراں ہوئے تو سلطان محمود غزنوی نے لاہور اور اس کے مضافات کو اپنے قلمرو میں داخل کر کے اسلامی حکومت کو سندھ سے لاہور تک وسیع کر دیا، یہ بھی فقہ حنفی سے وابستہ تھے، بعد ازاں جب غزنوی حکومت کا خاتمہ ہوا اور غوری سلطنت آئی تو سلطان غوری نے اسلامی سلطنت کو دہلی تک پہنچایا اور اس وقت سے ۱۲۷۳ھ تک پورے بر صغیر میں مسلمانوں ہی کی حکومت رہی، اس طویل مدت میں جتنے بھی حکمراں آئے چاہے ان کا تعلق غوری خاندان سے ہو یا خلجی اور مغل سے سب کے سب حنفی تھے۔ چنانچہ سر تاج غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں۔

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس لئے اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مسلک پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر ”فتاویٰ عالم گیری“ کو جمع کیا (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)“

غرض اس مختصر تاریخ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے انگریزوں کے تسلط تک بغیر کسی اختلاف ونزاع کے یہاں کے عالم فاضل، قاضی، مفتی، حاکم اور عام مسلمان تواتر کے ساتھ اجتماعی طور پر فقہ حنفی ہی کی روشنی میں اسلامی مسائل اور دینی احکام پر عمل پیرا رہے اور بلا شرکت غیر "حنفیت" ہی کی حکومت رہی۔

غیر مقلدین کا جنم داتا (خالق) انگریز اور ان کی پالیسی

مگر جب انگریزوں کے منحوس قدم ہندوستان پر پڑے اور ان کا تسلط قائم ہو گیا تو امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کی وجہ سے مسلمانوں میں جو اتحاد و اتفاق اور غیر معمولی محبت و مودت تھی اسے نفرت و عداوت اور اختلاف و انتشار سے بدلنے کے لئے "افتراق بین المسلمین" کی بنیاد ڈالی اور "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی بنائی، اس کے لئے انہوں نے کبھی ظلی و بروزی نبوت کا ڈھونگ رچایا، کبھی سنت کے نام پر بدعت کا جھنڈا لہرایا، کبھی قرآن کی آڑ لیکر احادیث سے اعراض و انکار کی راہ ہموار کی، کبھی عقل و فلسفہ کی بنیاد پر عقائد کی تیشہ زنی کی، تو کبھی اعتزال کے فتنہ کو "نیچریت" کے نام سے زندہ کر کے اس کی مکمل سرپرستی کی اور کبھی "انکار سنت" اور انکار فقہ کے فتنوں کی آبیاری کی۔

انہی نوزائیدہ فرقوں کے ساتھ ایک فرقہ غیر مقلد بنام "اہل حدیث" بھی جنم دیا اور اس فرقہ کی بنیاد "لا مذہبیت" اور اسلاف سے بدگمانی پر رکھی۔

چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور محدث و مورخ محمد شاہجہاں پوری صاحب لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں،
جس سے لوگ نا آشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوتے مگر اس کثرت سے دیکھنے میں

نہیں آئے، بلکہ انکا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو وہ "اہل حدیث" یا "محمدی" یا "موحد" کہتے ہیں مگر فریق مخالف میں انکا نام "غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب" لیا جاتا ہے (الارشاد الی سبیل الرشاد ۱۳)

امت غیر مقلدیت اپنے ہدف کی طرف

بہر حال انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور دیگر باطل فرقوں کی طرح یہ فرقہ (اہل حدیث یعنی غیر مقلد) بھی انگریزوں کی وفاداری اور نمک حلالی میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن ہتھکنڈا استعمال کیا، فقہ اور فقہاء کرام خصوصاً احناف اور فقہ حنفی کے خلاف بے بنیاد باتیں عوام میں پھیلانا شروع کیا، کبھی امام اعظم ابو حنیفہ کو بد عقیدہ، گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا گیا، کبھی فقہ حنفی کو توڑ مروڑ کر ان کے خلاف اشتہار بازی کی گئی، ان کے مسائل کو فرضی، گندہ اور بے اصل بتا کر عوام کو فقہ حنفی سے بد ظن کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی اور ان کے خلاف کتابیں لکھی گئیں، تو کبھی کشف و کرامات اور فضائل و حکایات کی کتابیں اٹھا کر ان سے عقیدہ کشید کر کے احناف پر بد عقیدگی اور گمراہی کا فتویٰ چسپاں کیا گیا اور کبھی رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین جیسے نہایت غیر اہم اور فروعی مسائل کو ایمان و اعتقاد کا درجہ دیکر ان کی بنیادوں پر حق و باطل اور توحید و شرک کو تقسیم کر کے برادران اسلام بلکہ اکابر علماء کرام کی تضلیل و تکفیر کی گئی۔

غیر مقلدین کے جارحانہ رویہ کا نتیجہ

غیر مقلدین کے اس جارحانہ رویہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی تک جو مسلمان امام ابو حنیفہ کی تقلید کی وجہ سے غیر معمولی محبت و مودت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور فقہ حنفی کے مطابق عبادت کرتے تھے وہی مسلمان باہم دست و گریباں ہونے لگے، محبت و مودت کی جگہ نفرت و عداوت کا طوفان کھڑا ہو گیا، وہ مسجدیں جو تقریباً بارہ سو سال تک عبادت گاہ تھیں میدان کارزار بن گئیں، ان میں اب عبادت کے بجائے لڑائیاں ہونے لگیں، تلاوت کے بجائے گالی

گلوج اور اللہ اللہ کے بجائے انگریز انگریز کی صدائیں گونجنے لگیں، دن کو مقلدین کی مسجدوں میں تراویح کو لیکر قتل و غارت گری ہوتی، رات میں غلاظت، نجاست اور بد بودار گوشت پھینکا جاتا، نہ جانے کتنی مسجدوں میں تالے لگے، کتنے مقدمات کھڑے ہوئے اور پھر وہ مقدمات انگریزی عدالت میں لے جائے گئے، انگریز منصفوں نے اپنے شیر خواروں (غیر مقلدوں) کے حق میں فیصلے کئے۔ افسوس تو یہ ہے کہ انگریز کے ان فیصلوں کو فتح سے تعبیر کیا گیا، اور غیر مقلدین کے مولانا ثناء اللہ امر تسری جیسے "شیخ الاسلام" نے انہیں فتوحات اہل حدیث کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

سات سمندر پار سے انگریزی حکومت

انگریزوں کی اس (لڑاؤ اور حکومت کرو کی) پالیسی اور غیر مقلدین کی غداری کے باوجود احناف مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، آخر ڈیڑھ سو سال کی محنت رنگ لائی اور ۱۹۴۷ء تک انگریز واپس سات سمندر پار جانے پر مجبور ہوا، چاہئے تو یہ تھا کہ انگریز کے جانے کے بعد یہ فرقہ بھی خاموش بیٹھ جاتا مگر "امت غیر مقلدیت" انگریزوں کے احسان تلے ایسی دبی کہ آج تک نکل نہیں سکی اور سات سمندر پار سے اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور رہے، انگریزوں نے جس مشن کیلئے انھیں کھڑا کیا تھا آج تک یہ (امت غیر مقلدیت) اسی مشن پر قائم و دائم ہے، مسلسل اشتہار بازی اور پمفلٹ تقسیم کئے جا رہے ہیں بلکہ جب سے سعودی رقومات وافر مقدار میں ملنے لگی ہیں ان کے مشن میں اور تیزی آگئی ہے، اور ہر روز کوئی نہ کوئی رسالہ یا پمفلٹ شائع کر کے فقہ حنفی سے عوام کو برگشتہ کرنے کی ناپاک سعی کی جاتی ہے۔

ضلع بستی، کبیر نگر، اور سدھارتھ نگر میں غیر مقلدین کا فتنہ

غیر مقلدین کا یہ جارحانہ رویہ کسی خاص خطے اور علاقے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ شاید ہندوستان کا کوئی صوبہ اور ضلع بلکہ کوئی بستی ان کی ان حرکتوں سے محفوظ نہ ہو، گذشتہ چند سالوں سے یوپی، ضلع بستی، کبیر نگر، اور سدھارتھ نگر میں بھی انکا یہ رویہ بڑے زور و شور سے جاری ہے، کبھی مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لئے "اللّمحات، تنویر الآفاق اور ضمیر کا بحران" میں تحقیق و ریسرچ کے نام سے اسلام کی مقدس ہستیوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم) پر کیچڑ اچھالا گیا، کبھی "تحفظ سنت کانفرنس ۲۰۰۱ء پر ایک نظر" لکھ کر تحفظ سنت کانفرنس کے خلاف واویلا مچایا گیا۔ کبھی "فضائل اعمال" جیسی شہرۂ آفاق کتاب پر اعتراض کیا گیا تو کبھی "ہدایہ، شرح وقایہ، رد المحتار، درّ مختار، فتاویٰ عالمگیری اور بہشتی زیور" جیسی مقبول عام کتابوں سے قرآن و سنت کی بالا دستی کے نام پر چند پرانے رٹے رٹائے مسائل کو چھیڑ کر پر سکون ماحول میں ہیجان اور تموج پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

مدرسہ بیت العلوم بنکے گاؤں کی جانب سے دو دفاعی اشتہار

غیر مقلدین کے اس بے جا رویہ سے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیل رہی تھیں اس غلط فہمی کو دور کرنے اور غیر مقلدین کو یہ بتانے کیلئے کہ "ہمارے جن مسائل کو تم گندہ اور قرآن و حدیث کے خلاف کہتے ہو اس سے کہیں زیادہ گندے اور بھونڈے مسائل خود تمہاری کتابوں میں ہیں، ہمیں کچھ کہنے سے پہلے اپنی گریبان میں جھانکو، ان پر غور کرو، ان گندگیوں سے نکلنے کی کوشش کرو، دوسرے گھروں میں آگ نہ لگاؤ اپنے گھر کی آگ بجھاؤ، دوسروں پر کیچڑ مت ڈالو، اپنی گندگی صاف کرو، مکہ و مدینہ کی دہائی دینے والو! اپنے عقائد و مسائل اور اپنے اعمال کا ان کے عقائد و مسائل اور انکے اعمال سے موازنہ کرو، اور دیکھو کہ دونوں میں کتنا بعد ہے، ایک جماعت کا سوتا نبی اکرم ﷺ سے مل رہا ہے اور دوسری جماعت شیعیت، رافضیت، بریلویت، قادیانیت، وغیرہ سے معجون مرکب ہے" گذشتہ دنوں

مدرسہ بیت العلوم بنکے گاؤں، سدھارتھ نگر (یوپی) کی جانب سے دو دفاعی اشتہار شائع ہوئے، ایک میں غیر مقلدین (اہل حدیث) کے بائیس مسائل انکی معتبر کتب سے نقل کئے گئے، جس کی سرخی تھی "اپنے گھر کی آگ بجھاؤ" اور دوسرے میں تیس وجوہ سے اہل مکہ و مدینہ اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے درمیان اصولی و فروعی اختلاف ثابت کیا گیا جس کی سرخی تھی "مکۃ المکرمہ ومدینۃ المنورہ والوں سے فرقہ اہل حدیث (ہندوپاک) کے شدید اختلافات"۔

دنیائے غیر مقلدیت میں بھونچال اور جوابی اشتہار

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ اس اشتہار سے نہ تو کسی کی دل آزاری و دل شکنی مقصود تھی اور نہ مناظرہ ومجادلہ کر کے متحدہ ضلع بستی میں اختلاف وانتشار کو ہوا دینا۔ لیکن جوں ہی یہ اشتہار منظر عام پر آئے اور غیر مقلدین نے دیکھا کہ ہماری برسوں کی محنت بیکار ہو رہی ہے اور ہمارے راز عوام کے سامنے اجاگر ہو رہے ہیں تو متحدہ ضلع بستی کی پوری "امت غیر مقلدیت" میں بھونچال آگیا اور پوری امت اس سوچ میں پڑگئی کہ اگر اس اشتہار کا جواب نہیں دیا گیا خواہ جس انداز میں بھی ہو تو علاقہ کی پوری عوام بد ظن و متنفر ہو جائے گی، آخر چند لوگ اٹھے اور مدرسہ معین الاسلام، بھٹیا سدھارتھ نگر کے نام سے غیر مقلدین کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے اور ان کے قلوب کی تسکین کی خاطر بجائے جواب دینے کے وہی چند پرانے رٹے رٹائے مسائل پھر دہرائے گئے اور انیس مسائل پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کر کے "قلعہ حنفیت" کے فتح کے شادیانے بجائے گئے اور مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔

"غیر مقلدین کی ناحق خامہ فرسائی کا تحقیقی جائزہ" کی اشاعت

مدرسہ معین العلوم بھٹیا، سدھارھ نگر کی جانب سے اشتہار شائع ہونے پر اگرچہ خوشیاں منائی گئیں، مٹھائیاں تقسیم ہوئیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم نے "قلعہ حنفیت" کو فتح کر لیا ہے، لیکن شاید وہ یہ بھول گئے تھے کہ ان کے لچر اور پھسپھسے اعتراضات و اشکالات کا کوئی پوسٹ مارٹم بھی کر سکتا ہے اور ان کی کاغذ کی بنائی ہوئی عمارت

کو ہوا کا کوئی جھونکا منہدم کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ان کے لچر اشکالات اور رٹے رٹائے اعتراضات "بیت عنکبوت" سے بھی زیادہ بودے ثابت ہوئے اور صرف ایک ہفتہ کے اندر (اگرچہ کمپوزنگ وغیرہ میں کچھ تاخیر ہوئی) راقم الحروف نے "غیر مقلدین کی ناحق خامہ فرسائی کا تحقیقی جائزہ" نامی رسالہ لکھ کر ان کے سارے اعتراضات کے پرخچے اڑا دئے اور ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے تقریباً تیس مسائل لکھ کر ان کے راز پنہا کو طشت از بام کیا گیا اور آخر میں ان کے جواب کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

لجنۃ العلماء السّلفیہ، بھٹیا کی بدحواسی

"غیر مقلدین کی ناحق خامہ فرسائی کا تحقیقی جائزہ" شائع ہونے کے بعد پہلے سے کہیں زیادہ ایک بار پھر امت غیر مقلدیت میں بھونچال آیا، رسالہ لیکر بھٹیا سے ایک خبر کے مطابق جامعہ سلفیہ بنارس تک دوڑتے رہے، جب کہیں سے کوئی جواب دینے کے لئے تیار نہیں ہوا تو مجبور ہو کر "لجنۃ العلماء السلفیہ" بھٹیا، سدھارتھ نگر میدان میں آئی اور بدحواسی کی حالت میں "۔۔۔۔۔۔۔ تحقیقی جائزہ" کی کسی سطر یا مسئلہ کا جواب دینے کے بجائے اپنے عیوب کو چھپانے اور اپنی لٹتی ہوئی عزت بچانے کی خاطر فضائل وحکایات کی کتابیں اٹھا کر کشف و کرامات کے واقعات نقل کر کے عقیدہ کشید کیا گیا اور اسے شائع کر کے ایک بار پھر پوری امت خوشیوں کے ترانے گانے لگی اور اپنی جاہل عوام سے داد و تحسین وصول کرنے لگی۔

مفتی صاحب کا ولولہ انگیز خطاب اور "غیر مقلدین کے دجل و فریب کا انکشاف" کی اشاعت

یہ صحیح ہے کہ لجنۃ العلماء السلفیہ، بھٹیا اور اس کے کارکنوں کو اپنے جاہل عوام سے داد تحسین وصول ہوئی، لیکن اس اشتہار کی وجہ سے اہل انصاف کی نظر میں غیر مقلدین کی وہ بدنامی ہوئی کہ آج تک سر نہیں اٹھا، ادھر استاذ محترم حضرت مفتی ابوالکلام صاحب مدرسہ بحر العلوم بلوہا، سدھارتھ نگر کی جامع مسجد سے اپنے تقریری شعلوں سے خرمن غیر مقلدیت میں آگ لگاتے رہے اور ان کی "لا مذہبیت" کا پوسٹ مارٹم کرتے رہے، اور اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے مجھ ناچیز کو "لجنۃ العلماء السلفیہ" کا تحریری جواب لکھنے کا حکم دیا، چونکہ راقم الحروف امتثال حکم پر مجبور تھا اس لئے فوراً تیار ہو گیا اور غیر مقلدین کے چودہ عقائد و نظریات پر مشتمل "غیر مقلدین کے دجل و فریب کا انکشاف" نامی رسالہ سے ایسا کافی وشافی جواب دیا جس کے تلے "امت غیر مقلدیت" ایسا دبی کہ آج تک اس سے نکل نہ سکی۔

لامذہبیت کا پوسٹ مارٹم اور بلوہا کی جامع مسجد میں ہنگامہ

اسی دوران جب حضرت مفتی صاحب مسلسل یکے بعد دیگرے ہر جمعہ میں اپنے خطاب سے "خرمنِ غیر مقلدیت" میں آگ لگا رہے تھے اور ان کی لا مذہبیت کا پوسٹ مارٹم کر رہے تھے، یکم / اپریل ۲۰۱۳ء کو دوران تقریر کچھ غیر مقلدین نے ہنگامہ بھی کیا اور پوری مسجد شور و شغب سے گونج اٹھی، بہر حال چند ہی لمحوں میں اس ہنگامہ پر قابو پا لیا گیا، اس کے بعد مفتی صاحب نے پہلے سے کہیں زیادہ پر جوش انداز میں "فتنہ غیر مقلدیت" سے لوگوں کو روشناس کرایا۔

حضرت مفتی صاحب کا مدلّل خطاب

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ یکم/اپریل ۲۰۱۳ء جمعہ کے دن "بلوہا" سدھارتھ نگر کی جامع مسجد میں ہنگامہ ہو گیا تھا، اس لئے حضرت مفتی صاحب چند مصلحتوں اور بڑوں کے مشوروں سے کچھ نرم ہوئے اور آئندہ جمعہ ۷/اپریل ۲۰۱۳ء کو خوب مدلل اور موئثر انداز میں نکاح اور تین طلاق کے مسئلہ پر خطاب کیا اور سامعین کو اس بات پر متنبہ کیا کہ چونکہ غیر مقلدین کے مذہب میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں جس سے "اہل سنت والجماعت" کے مسلک کے مطابق بعض اوقات میں زنا میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے ان (غیر مقلدین) سے اپنی لڑکیوں کا نکاح نہ کیا جائے۔ اس میں نہ تو کسی طرح کی چیلنج بازی تھی نہ مناظرہ ومجادلہ کی دعوت۔

غیر مقلدین کی فتنہ انگیزی اور مفتی صاحب کی مجبوری

واضح رہے کہ استاذ محترم حضرت مفتی صاحب کا مزاج نہ تو مناظرانہ ومجادلانہ تھا اور نہ اس سے آپ کو کوئی خاص دلچسپی تھی، لیکن جب غیر مقلدین کا فتنہ سر چڑھ کر بولنے لگا اور مملکت سعودیہ کے سامنے اپنے آپ کو "سلفی" ظاہر کر کے انکا سہارا لے کر علماء احناف (دیوبند) کے خلاف ہرزہ سرائی کی جانے لگی، کبھی علماء دیوبند کی مختلف کتابوں سے عبارتیں چن چن کر "الدیوبندیہ تعریفها عقائدها" نامی کتاب تیار کی گئی، اپنی طرف سے مطالب متعین کئے گئے اور ان کی بنیاد پر علماء دیوبند کو کافر، مشرک، اور بدعتی قرار دیا گیا، کبھی "جهود علماء الحنفیه فی ابطال عقائد القبوریه" جیسی کتاب میں علماء دیوبند کو قبر پرست ثابت کیا گیا، کبھی "کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں" نامی کتاب میں علماء دیوبند کو فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت سے خارج بتایا گیا اور کبھی غیر مقلدین کے معروف اسکالر (Scholar) معراج ربانی کے ذریعہ علماء دیوبند کو قادیانیوں سے بدتر کافر قرار دیا گیا اور افسوس تو یہ ہے کہ یہ ساری کتابیں مملکت سعودیہ کے زیر سایہ شائع ہوتی رہیں اور حج جیسے مبارک موقع پر حجاج کرام کے درمیان کثیر تعداد میں

مفت تقسیم کرائی گئیں، غیر مقلدین کی اس فتنہ انگیزی اور عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں ان کی کتابوں کی نشر و اشاعت نے دارالعلوم اور فرزندان دارالعلوم کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سر بکف ہو جائیں اور غیر مقلدین کی فتنہ انگیزی و بد عقیدگی سے لوگوں کو روشناس کرائیں۔ اس لئے "دارالعلوم دیوبند" نے ۱۳/ فروری ۲۰۱۳ء بروز بدھ ایک مشاورتی مجلس طلب کی اور اس میں تمام منسلکینِ دارالعلوم کو چند امور کی پاسداری کا پابند بنایا جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ "امام و خطیب اپنے منبر و محراب سے لوگوں کو "فتنۂ غیر مقلدیت" سے آگاہ کریں اور ان کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچائیں"۔ چونکہ حضرت مفتی صاحب کا تعلق بھی "دارالعلوم اور فرزندان دارالعلوم" سے تھا اس لئے آپ بھی سر بکف ہو کر میدان میں آ گئے اور "فتنۂ غیر مقلدیت" اور ان کی بد عقیدگی سے لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

میسحائے غیر مقلدیت مولانا نثار احمد صاحب میدان میں

یکم/ اپریل ۲۰۱۳ء کے ہنگامہ کے بعد جب بر بناء مصلحت حضرت مفتی صاحب نے اپنا طرز خطاب بدلا اور آئندہ جمعہ بڑے پیارے اور مؤثر انداز میں "تین طلاق" کے مسئلہ پر روشنی ڈالی تو "امت غیر مقلدیت" میں کچھ جان آئی اور موقع غنیمت سمجھتے ہوئے مولانا نثار احمد صاحب غیر مقلدین کا مسیحا بن کر تین چار لوگوں کے ساتھ ۱۸/ اپریل ۲۰۱۳ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر مدرسہ بحر العلوم بلوہا، سدھارتھ نگر کے دفتر اہتمام میں تشریف لائے اور مسئلہ "تین طلاق" پر چند منٹ کی گفت و شنید کے بعد تین طلاق کے ساتھ "کتے کی خرید و فروخت" اور گیہوں جو وغیرہ کی بنائی ہوئی نشہ آور شراب کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ پیش کیا، اور کہا کہ یہ تینوں مسائل ہم آپ سے سمجھنا چاہتے ہیں، حضرت مفتی صاحب بھی تیار ہو گئے اور ان تینوں مسائل پر گفت و شنید یا افہام و تفہیم یا بحث و مباحثہ یا مناظرہ و مجادلہ کیلئے باتفاق رائے ۲۳/ اپریل بروز منگل ۲۰۱۳ء کی تاریخ متعین کی گئی۔

احاطۂ بحر العلوم بلوہا میں لوگوں کا ہجوم اور قابل ذکر شخصیات

چونکہ غیر مقلدین کے ترجمان اور مسیحا مولانا نثار احمد صاحب نے بارہا مطالبہ کے باوجود ۲۳/اپریل بروز منگل ہونے والی گفتگو کا کوئی مقصد اور شرط تحریری شکل میں نہیں دیا اس لئے پورے علاقہ میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ مذکورہ تاریخ میں بعد نماز ظہر "اہل سنت والجماعت" اور غیر مقلدین کے درمیان مناظرہ ہو گا، مناظرہ کا نام سن کر حق کا مشاہدہ کرنے کے لئے دور دراز سے لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا اور ظہر کی نماز تک "مدرسہ بحر العلوم بلوہا" کا تقریباً پورا احاطہ لوگوں کے ہجوم سے بھر گیا۔ قابل ذکر شخصیات میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمانی، مولانا احمد علی صاحب بلرامپوری، مولانا منصور احمد صاحب مہتمم مدرسہ بیت العلوم بنکے گاؤں، مولانا عبد الآخر صاحب، مولانا عبد المنان صاحب، حافظ محمد ایوب صاحب، ڈاکٹر محمد طیب صاحب، حاجی محمد مبین صاحب مہتمم مدرسہ اطہر العلوم امرڈوبھا، مولانا ہدایت اللہ صاحب بلوہا، مولانا علاؤ الدین صاحب دار العلوم الاسلامیہ بستی، مولانا عبد الصمد صاحب دیوری، محمد شفیع مؤذن صاحب بیواں وغیرہ موجود تھے۔

مجلس افہام و تفہیم یا مناظرہ و مجادلہ

بعد نماز ظہر متصلاً مجلس منعقد ہوئی، مولانا نثار احمد صاحب ڈاکٹر طیب اور جناب نعیم اللہ صاحبان کے ہمراہ مدرسہ بحر العلوم بلوہا کے دفتر اہتمام میں جلوہ افروز ہوئے، مجلس میں مفتی ابو الکلام صاحب، راقم الحروف، مولانا نثار احمد صاحب، ڈاکٹر محمد طیب صاحب اور جناب نعیم اللہ صاحب کے علاوہ بالخصوص مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمانی، مولانا احمد علی صاحب بلرامپوری، حاجی محمد مبین صاحب امرڈوبھا، حافظ محمد ایوب صاحب بلوہا، حافظ عبد العزیز صاحب دھسہا، اور قاری نعیم احمد صاحب وغیرہ موجود تھے۔

مجلس منعقد ہوتے ہی مولانا نثار احمد اور جناب نعیم اللہ صاحبان نے حضرت مفتی صاحب کے علاوہ ہر کسی پر نہ بولنے کی پابندی لگا دی، اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ گفتگو صرف مفتی صاحب اور مولانا نثار احمد صاحب کے درمیان ہوگی اور ان کے ساتھ دو حکمین کے علاوہ کوئی تیسرا اس جگہ رہ بھی نہیں سکتا، حضرت مفتی صاحب نے کہا کہ گفتگو شروع کرنے سے قبل ضروری ہے کہ آپ گفتگو کا مقصد تحریری شکل میں دے دیں، (اس لئے کہ اگر گفتگو کا مقصد مسئلہ سمجھنا ہے تو کسی کو خاموش کرنے اور بھگانے کا کوئی مطلب نہیں، کسی اور کو بات کرنے کی اجازت دیجئے اور اگر مناظرہ مقصود ہے تو پہلے شرائط طے کر لیجئے اس لئے کہ شرائط کے بغیر کوئی مناظرہ نہیں ہوتا، ہم مناظرہ کیلئے تیار ہیں) مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمانی اور مولانا احمد علی صاحب بلرامپوری نے بھی یہی بات بطور مشورہ فریقین سے کہی۔ لیکن مولانا نثار احمد صاحب اور ان کے حکم جناب نعیم اللہ صاحب اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور اس بات پر بضد رہے کہ ۱۸/اپریل بروز جمعرات کی گفتگو جو ادھوری رہ گئی تھی آج کی گفتگو اسی کا تکملہ ہے اور چونکہ گفتگو کا آغاز بغیر شرائط کے ہوا تھا اس لئے اختتام بھی بغیر شرائط کے ہوگا۔

حکمین کا فیصلہ

جب گفتگو کی کوئی صورت بنتی نظر نہیں آئی تو اہل مجلس نے بیک زبان ہو کر کہا کہ جس گفتگو کا آغاز بغیر شرائط کے ہوا تھا اسے کالعدم مان لیا جائے اور پھر سے شرائط طے کر کے نئے سرے سے گفتگو کا آغاز کیا جائے، حکمین (جناب نعیم اللہ صاحب، ڈاکٹر محمد طیب صاحب) نے اہل مجلس کی اس رائے کو سراہا اور مولانا نثار احمد صاحب کو شرائط طے کرنے پر مجبور کیا۔

بند کمرہ میں تحریری کاروائی اور مولانا نثار احمد کی بدحواسی

شرائط طے کرنے اور گفتگو کا مقصد واضح کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب، ڈاکٹر محمد طیب صاحب، مولانا نثار احمد صاحب اور جناب نعیم اللہ صاحب کے علاوہ سب کو بھگا کر ''اہتمام'' کے سارے دروازے بند کرا دیے گئے اور بند کمرہ کے اندر بھی مولانا نثار احمد صاحب پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بدحواسی میں وہ کچھ لکھ گئے جو انہیں نہیں لکھنا چاہئے تھا اور جس سے آج پوری ''امت غیر مقلدیت'' شرمسار ہے، ہم قارئین کی دلچسپی کیلئے مولانا کی وہ پوری تحریر لا رہے ہیں جس سے انکی بدحواسی آشکارا ہو رہی ہے۔

مولانا نثار احمد صاحب کی تحریر مع تبصرہ

تنبیہ: ''قولہ'' کے تحت مولانا کی تحریر ہو گی، اس کے بعد ''اقول'' سے راقم کا مختصر تبصرہ اور جواب ہو گا۔

قولہ: مولانا نثار احمد صاحب اپنے تین سوالات مفتی صاحب کے پاس لائے تھے۔

اقول: جس قوم کے نزدیک حضور ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرامؑ کے لئے ''سیدنا'' اور ''مولانا'' کا لفظ لکھنا اور بولنا گناہ بلکہ شرک ہو اسی قوم کا ایک فرد بلکہ متحد ضلع بستی کا ترجمان اپنے نام کے ساتھ ''مولانا'' لکھ رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ مولانا کو خود ''مولانا'' کا معنی بھی نہیں معلوم، ورنہ کبھی اپنے نام کے ساتھ ''مولانا'' لکھ کر شرک کا ارتکاب نہ کرتے۔

قولہ (۱): شریعت کے اندر کتے کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

اقول: ضرورت کے لئے جائز ہے اور بلا ضرورت شوقیہ یا تفریح طبع کے لئے ناجائز ہے، سورہ مائدہ میں ہے

"يسئلونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات وما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن مما علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم"

مضمون آیت: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کتے اور باز کے شکار کئے ہوئے جانوروں میں سے کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں؟، آپ فرمادیجئے کہ جو جانور شکار کی قسم سے پہلے سے حلال ہیں وہ سب کتے اور باز کے شکار کرنے سے بھی حلال رکھے گئے ہیں جب کہ تم انھیں تعلیم دو اور ان کو شکار پر چھوڑو اور تم ان کو ایسے طریقہ پر تعلیم دو جو اللہ نے تمہیں تعلیم دیا تو ایسے شکاری جانور یعنی کتا باز جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھالو (معارف القرآن ۳/۳۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کتے کے ذریعہ شکار کرنا اور شکار کی غرض سے کتے کو پالنا جائز ہے اور جب پالنا جائز ہے تو اس کی خرید و فروخت کرنا بھی جائز ہوگا۔

حدیث میں ہے

"عن ابن المغفل قال أمر رسول الله ﷺ بقتل الكلاب ثم قال ما بالهم وبال الكلاب ثم رخص في كلب الصيد و كلب الغنم وفي رواية رخص في كلب الغنم والصيد والزرع" (مسلم ۲/۲۰)

مضمون: حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ پہلے آپ نے سارے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا بعد میں منع کر دیا اور شکار کے لئے اور بکری اور کھیتی کی نگہداشت کے لئے کتا رکھنے کی اجازت دے دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

"عن ابی هريرة نهى عن ثمن الكلب الا كلب صيد" (ترمذی ۱/۱۴۱)

مضمون: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ نے کتے کی قیمت یعنی خرید و فروخت سے منع فرمایا البتہ شکاری کتے کی خرید و فروخت کی اجازت ہے۔

تیسری حدیث میں ہے:

"عن ابن عباس رخص رسول اللهﷺ فی ثمن الکلب الصید" (نصب الرایہ ۴/۵۴)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کے خرید و فروخت کی اجازت دی ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے:

عن جابر بن عبدالله انّ رسول الله ﷺ نهى عن ثمن الكلب والسنّورِ الا كلب صيد (نسائی ۲/۲۰۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی خرید و فروخت سے منع فرمایا البتہ شکاری کتے کی اجازت دی۔ (یہ حدیث منکر ہے)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے بناء پر مثلاً شکار کی غرض سے یا کھیتی وغیرہ کی نگہداشت کے لئے کتا پالنا اور اس کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے، البتہ بلا ضرورت شوقیہ یا تفریح طبع کے لئے پالنا یا اس کی خرید و فروخت کرنا، ناجائز ہے اور یہی احناف کا مسئلہ ہے۔

ہاں کتے کے گوشت کی خرید و فروخت احناف کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق جائز نہیں اگرچہ شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو اس لئے کہ وہ ناپاک اور حرام ہے اور حرام و ناپاک چیز سے نفع اٹھانا یا اس کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔

حاشیہ ہدایہ میں ہے:

قال کثیر من المشائخ انه یطهر جلده لالحمه، وهو الاصح کما اختاره الشارحون کصاحب العنایه والنهایه لان سوره نجس ونجاسته لنجاسة اللحم (حاشیہ ہدایہ ۱/۲۵)

یعنی اکثر مشائخ نے فرمایا کہ کتے کی کھال پاک ہو جاتی ہے لیکن گوشت پاک نہیں ہوتا، شارحین مثلاً صاحب عنایہ اور نہایہ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس لئے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے اور جھوٹا کی نجاست گوشت ہی کی نجاست کی وجہ سے ہوتی ہے۔

محقق ابن ہمام لکھتے ہیں:

يطهر جلده لا لحمه وهو الاصح واختاره الشارحون (فتح القدیر ۱/۸۴)

یعنی کتے کی کھال پاک ہو جاتی ہے لیکن گوشت پاک نہیں ہوتا اور یہی صحیح ہے، اسی کو شارحین نے اختیار کیا ہے۔

در مختار میں ہے:

لا يطهر لحمه هٰذا اصح مايفتىٰ به

یعنی کتے کا گوشت پاک نہیں ہوتا یہی صحیح مفتی بہ قول ہے۔

نور الایضاح میں ہے:

تطهر الذكاة الشرعية جلد غير الماكول دون لحمه على اصح مايفتى به (نور الایضاح ۵۷)

شرعی طور پر ذبح کرنے سے غیر ماکول اللحم جانور کتے وغیرہ کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ گوشت پاک نہیں ہوتا صحیح مفتی بہ قول کے مطابق۔

مراقی الفلاح میں ہے:

دون لحمه فلا يطهر على اصح مايفتى به (مراقی الفلاح ۱۶۹)

صحیح مفتی بہ قول کے مطابق کتے کا گوشت پاک نہیں ہو گا۔

طحطاوی میں ہے:

اللحم نجس حال الحیاۃ فکذا بعد الزکاۃ (طحطاوی علی المراقی ۱۶۹)

کتے کا گوشت بحالت حیات ناپاک ہے تو ایسے ہی ذبح کرنے کے بعد بھی ناپاک رہے گا۔

فرمایئے محترم: کیا یہ مسئلہ قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث کے معارض ہے؟ اگر ہے تو وہ آیت یا حدیث پیش کریں اور ہاں لگے ہاتھوں یہ بھی بتاتے چلیں کہ آپ کے یہاں جو خنزیر، خنزیر کی ہڈی، پٹھے، کھر، سینگ اور تھوتھنی پاک ہے (کنز الحقائق ۱۳، بدور الاہلہ ۱۶) گوہ، کانٹوں والا چوہا، دریائی مردہ حلال ہے (عرف الجادی ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸) ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ قرآن کی کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟

قولہ (۲) کیا شریعت میں گیہوں، جو، شہد اور جوار کی بنائی ہوئی شراب اگر اس سے نشہ آتا ہو جائز ہے یا نہیں؟

اقول: جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کتب احناف اٹھا کر دیکھ لیجئے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فالنبیذ ھو ماء التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ یحلّ شربہ فی قولھم مادام حلوا واذا غلا و اشتد وقذف بالزبد عن ابی حنیفہ وابی یوسف یحل شربہ للتداوی والتقوی الا المحدی المسکر (بنایہ شرح ہدایہ)

مضمون عبارت یہ ہے کہ نبیذ کا پینا سب کے نزدیک حلال ہے۔ ہاں اگر اس نبیذ میں جوش آ جائے اور گاڑھا ہو کر نشہ آور ہو جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے کہ حرام ہے اور اگر نشہ آور نہ ہو تو حلال ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں:

نری الحد علی السکران من نبیذ کان او غیرہ ثمانین جلدۃ بالسوط ...... وھو قول ابی حنیفۃ (کتاب الاثار ۱۳۷)

ہمارے یہاں نبیذ یا اس کے علاوہ دیگر شراب سے مدہوش شخص کو اسی کوڑا حد لگائی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔اور یہی امام ابو حنیفہ نے بھی فرمایا۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں!

من سکر من نبیذ حد (ہدایہ)

جو شخص نبیذ پی کر مست ہو جائے اسے حد ماری جائے گی۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ای شراب کان غیر الخمر اذا شربہ لا یحد الا اذا سکر بہ (رد المحتار ۴/ ۲،۳)

یعنی خمر کے علاوہ دیگر شرابیں گیہوں، جو وغیرہ کی پینے سے اس وقت حد لگائی جائے گی جب نشہ ہو جائے۔

در مختار میں ہے:

أو سکر من نبیذ حد (در مختار ۶/ ۶۰۹)

نبیذ سے نشہ ہو جائے تو حد ماری جائے گی۔

کنز الدقائق میں ہے:

او کان سکران ولو بنبیذ .... حدّ (کنز الدقائق باب حد الشرب)

یاوہ مست ہو اگرچہ نبیذ سے ہو۔۔۔۔۔۔۔تو حد ماری جائے گی۔

ہدایہ میں ہے:

لا یجب الحد بشربھا حتی یسکر (ہدایہ کتاب الاشربہ)

نقیع زبیب (اور دیگر شرابوں) کے پینے پر اگر نشہ ہو تو حد ماری جائے گی۔

ہاں اگر گیہوں، جو، شہد اور جوار کی بنائی ہوئی شرابیں دوا کی غرض سے یا طاعات وعبادات پر قوت حاصل کرنے کے لئے اتنی قلیل مقدار میں پیا جس سے نشہ نہ ہو تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے (اس پر فتوی نہیں ہے) لیکن اگر لہو ولعب اور مستی کے لئے پیے تو جائز نہیں۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

ونبیذ التمر والزبیب اذا طبخ کل واحد منھما ادنی طبخة حلال وان اشتد اذا شرب منه مایغلب علی ظنه انه لایسکر من غیر لھو ولا طرب وھذا عند ابی حنیفه وابی یوسف (ہدایہ کتاب الاشربہ)

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ کھجور، کشمش (گیہوں، جو وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے) کی شرابیں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک پینا جائز ہے (جب کہ دوا یا قوت حاصل کرنے کے لئے پیا جائے) لہو ولعب اور مستی مقصود نہ ہو اور نہ اس کے پینے سے نشہ ہو۔ (ورنہ حرام ہو گی)

دوسری جگہ ہے!

ونبیذ العسل والتین ونبیذ الحنطة والذّرة والشعیر حلال وان لم یطبخ وھذا عند ابی حنیفة وابی یوسف اذا کان من غیر لھو وطرب (ہدایہ کتاب الاشربہ)

شہد، انجیر، گیہوں، جوار اور جو کی شراب حلال ہے اگرچہ نہ پکائی جائے بشرط ایں کہ لہو ولعب اور مستی کے لئے نہ پیا جائے۔ (ورنہ حلال نہیں)

یہ صرف امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔ (امام محمد کے نزدیک حرام ہے و علیہ الفتوی) ایسے ہی انگور کا وہ شیرہ جس کو پکانے سے دو تہائی ختم ہو گیا ہو اور صرف ایک تہائی باقی رہے تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حلال ہے، جب کہ امام محمد فرماتے ہیں کہ حرام ہے۔

آگے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

> وھٰذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی اما اذا قصد به التلهی لایحل بالاتفاق (ہدایہ کتاب الاشربہ)

> یعنی حلال و حرام کا یہ اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب کہ اس کے پینے سے عبادات پر قوت مقصود ہو، اگر قوت مقصود نہ ہو بلکہ لہو و لعب اور مستی کے لئے پیا جائے تو سب کے نزدیک حرام ہے کسی کے یہاں حلال نہیں۔

بہر حال ان ساری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی خمر (جو قرآن کی نص قطعی سے حرام ہے) کے علاوہ دوسری شرابیں مطلقاً حلال نہیں ہیں بلکہ صرف اس صورت میں حلال ہیں جب کہ اس سے غالب گمان ہو کہ نشہ نہیں ہو گا اور لہو و لعب و مستی کے لئے نہ پیا جائے بلکہ عبادات پر قوت حاصل کرنے کے لئے پیا جائے، ورنہ حرام ہے اور یہی مطلب ہے " ما سوا ذالك من الاشربه فلا باس به" کا جسے صاحب ہدایہ نے کتاب الاشربہ میں " جامع صغیر" کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ خمر کے علاوہ دوسری شرابوں کے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا مسلک تھا، اس کے بر خلاف امام محمد فرماتے ہیں کہ ہر وہ شراب جس کے زیادہ سے نشہ ہو تا ہو اس کا تھوڑا پینا بھی حرام ہے خواہ پینے پر نشہ ہو یا نہ ہو۔ (احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے)

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

ما یتخذ من الحنطة و الشعیر و العسل و الذرة ... عن محمد انه حرام۔ (ہدایہ کتاب الاشربہ)

یعنی جو شرابیں گیہوں، جو، شہد اور جوار سے بنائی جاتی ہیں اس کے بارے میں امام محمد سے مروی ہے کہ وہ حرام ہے۔

دوسری جگہ ہے!

روی عن محمد فیمن سکر من الاشربة انه یحد من غیر تفصیل (کتاب الاشربہ)

یعنی حبوب سے بنائی شراب سے مدہوش شخص کے بارے میں امام محمد سے مروی ہے کہ حد لگائی جائے گی، نشہ ہونے نہ ہونے کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ ہے:

و قوله الاول مثل قول محمد ان کل مسکر حرام (کتاب الاشربہ)

یعنی امام ابو یوسف کا ایک قول امام محمد کے قول کی طرح ہے کہ ہر نشہ آور شراب حرام ہے خواہ پینے سے مدہوش ہو یا نہ ہو۔

شرح ہدایہ میں ہے:

امام محمد سے روایت ہے کہ گیہوں، جو، شہد وغیرہ سے بنائی ہوئی شراب بھی حرام ہے (طلوع النیرین شرح ہدایہ اخیرین کتاب الاشربہ)

مقدمہ معدن الحقائق میں ہے:

جو، گیہوں، شہد، جوار اور انجیر کی شرابیں امام محمد کے یہاں حرام ہیں (مقدمہ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ص۳۸)

احناف کے یہاں صحیح، راجح اور مفتیٰ بہ امام محمد ہی کا قول ہے کہ ہر نشہ آور مشروب خواہ کم ہو یا زیادہ، دوا وغیرہ کی غرض سے پیا جائے یا مستی کے لئے بہر صورت حرام ہے اور امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے جواز والے قول پر فتویٰ نہیں ہے۔

چنانچہ مالابدمنہ فارسی میں ہے!

ایں قول امام متروک و فتویٰ بر قول امام محمد است (مالابدمنہ ص ۱۰۱)

یعنی امام ابو حنیفہ کا جواز والا قول متروک ہے اور فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

ہدایہ میں:

قالوا والاصح انہ یحد (کتاب الاشربہ)

حبوب سے بنائی ہوئی نشہ آور شراب کے متعلق مشائخ نے فرمایا کہ (حرام ہے) صحیح یہ ہے کہ حد ماری جائے۔

در مختار میں ہے:

قال المصنف مطلقاً قلیلھا و کثیرھا وبہ یفتیٰ (در مختار)

مصنف نے مطلقاً کہا خواہ تھوڑا پئے یا زیادہ (نشہ ہو یا نہ ہو) اور یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔

رد المحتار میں ہے:

اقول الظاھر انہ مرادھم التحریم مطلقاً

یعنی میں کہتا ہوں کہ ظاہر بات یہ ہے کہ فقہاء کی مراد مطلق حرام ہے (خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، نشہ ہو یا نہ ہو)۔

شرح ہدایہ میں ہے:

شیخ خسروانی نے فتاویٰ میں کہاہے کہ امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے۔(طلوع النیرین شرح ہدایہ اخیرین کتاب الاشربہ)

ترجمہ مشکوٰۃ کے باب التعزیر کی فصل ثانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھاہے کہ

"فقہاء حنفیہ نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیاہے"۔

مقدمہ معدن الحقائق میں ہے:

زیلعی، کفایہ، حموی، بزازیہ، شرح وہبانیہ، در مختار وغیرہ میں ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے"
(مقدمہ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق)

کیوں محترم! کیا آپ کے یہاں مذکورہ شرابیں حلال ہیں؟" الاصح" وبہ یفتیٰ وغیرہ کا مطلب آپ کو نہیں معلوم؟ اگر متون فقہ اور عربی کتابیں نہیں سمجھ سکتے تو کم از کم اردو شروحات ہی کا مطالعہ کر لیتے، آپ کو معلوم ہو جاتا کہ مذکورہ چاروں شرابیں احناف کے یہاں حلال ہیں یا حرام؟ لیکن آپ کو فقہ کی کتابوں سے کیاواسطہ؟ آپ کو " بغدادی قاعدہ" پڑھانے، جلسے جلوس میں بحیثیت سامع شریک ہونے سے فرصت ہی کہاں ہے؟ اورہاں ایک بات اور ذہن میں رکھئے کہ یہ ساری بحث صرف آپ کے سوال کا جواب ہے ورنہ خمر، باذق ومنصف، نقیع تمر یعنی کھجور سے حاصل کیا جانے والا کچا مشروب اور کشمش سے حاصل کیا جانے والا کچا مشروب جب اس میں شدت اور جھاگ پیدا ہو جائے جسے نقیع زبیب کہتے ہیں، سے کوئی بحث نہیں۔ اسی طرح اس سے بھی کوئی بحث نہیں کہ کون سی شراب پاک ہے اور کون ناپاک؟ ناپاک بنجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ اس سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کس شراب کو کتنی مقدار پینے سے حد واجب ہو گی اور کتنی سے نہیں؟ یہ ساری بحث آپ کے سوال سے غیر متعلق ہے، اگر کبھی موقع دیں گے توانشاء اللہ اس پر بھی گفتگو ہو گی" یار زندہ صحبت باقی "

قولہ (۳) ایک ہی مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانا جائے گا یا ایک؟

اقول: آپ بتایئے: اگر آپ کو تین مہینے کی تنخواہ پیشگی ایک ہی ساتھ دے دی جائے تو کیا اسے تین مہینے کی تنخواہ سمجھی جائے گی یا ایک؟ شاید آپ اپنے اصول سے کہ " تین ایک ہوتا ہے " دوسرے مہینہ میں پھر تنخواہ کا مطالبہ کرنے لگیں اور پھر.....................

محترم! آپ تو ناظم اعلیٰ ہیں آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ایک مجلس کا تین ایک ہوتا ہے یا تین؟ لیجئے میں آپ کو بتائے دیتا ہوں پڑھئے اور غور سے پڑھئے، آپ کی جماعت کے سرخیل نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> " جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا تھا، شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے، ان کو اونٹ پر سوار کر کے درّے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کئے گئے، اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ روافض کی علامت تھا" (اتحاف النبلاء ص۳۱۸ بحوالہ غیر مقلدین کے اعتراضات حقیقت کے آئینہ میں)

اور آج آپ اور آپ کی جماعت روافض کی ہمنوائی کر کے حدیث رسول "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی مصداق ہو گئی، ورنہ روافض (اور غیر مقلدین) کے علاوہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تین طلاق تین ہی مانی جائے گی خواہ ایک مجلس کی ہو یا مختلف مجالس کی، ایک لفظ سے ہو یا الگ الگ لفظوں سے، چنانچہ محمد عبد الرحمٰن الدمشقی الشافعی لکھتے ہیں!

> و کذٰلك جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع (رحمۃ الامۃ بحوالہ عمدۃ الاثاث ص۳۸)
>
> تین طلاقوں کا جمع کرنا بھی حرام ہے لیکن پڑ جائے گی۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ کتاب الوثائق الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:

الجمهور من العلماء على انّه يلزمه الثلاث و به القضاء وعليه الفتوىٰ وهو الحق الذى لاشك فيه (اغاثۃ اللہفان بحوالہ عمدۃ الاثاث ص ۳۷)

جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اس پر لازم ہیں یہی فیصلہ ہے اور اسی پر فتویٰ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مالکی لکھتے ہیں کہ:

والجمهور على وقوع الثلاث بل حكى ابن عبد البر الاجماع (زرقانی شرح موطا بحوالہ عمدۃ الاثاث ص ۳۷)

جمہور تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں بلکہ ابن عبد البر مالکی نے یہ کہتے ہوئے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس کے خلاف قول شاذ ہے اس کی طرف التفات ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ابن قیم تحریر فرماتے ہیں کہ:

ذكر الاجماع على وقوع الثلاث ابو بكر ابن العربي و ابو بكر الرازى وهو ظاهر كلام الامام احمد (اغاثۃ اللہفان بحوالہ عمدۃ الثلاث ص ۳۸)

تین طلاقوں کے پڑ جانے پر امام ابو بکر ابن العربی اور ابو بکر رازی نے اجماع نقل کیا ہے اور یہی امام احمد کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ:

قال الشافعي و ابو حنيفه و احمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلاث (شرح مسلم نووی ۱/ ۴۷۸)

امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور جمہور علماء سلف و خلف فرماتے ہیں کہ (ایک مجلس کی) تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ ابو بکر رازی لکھتے ہیں:

فالکتاب و السنة و اجماع السلف الصالحین توجب ایقاع الثلاث معاً وان کانت معصیة (احکام القرآن ۱/۴۵۹)

قرآن و سنت اور سلف صالحین کا اجماع ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ اگرچہ گناہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ:

لکنهم اجمعوا علیٰ انه من قال لامرأته انت طالق ثلاثاً یقع ثلاثاً (مظہری ۱/۳۰ تفسیر الطلاق مرتان)

علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

ذهب جمهور التابعین و کثیر من الصحابة و ائمة المذاهب الاربعه و طائفة من اهل البیت منهم امیر المؤمنین علی بن ابی طالب......... الی انه الطلاق یتبع الطلاق (نیل الاوطار ۶/۲۴۵ بحوالہ غیر مقلدین کے اعتراضات حقیقت کے آئینہ میں)

جمہور تابعین، اکثر صحابہ کرام، مذاہب اربعہ کے ائمہ اور اہل بیت کی جماعت جن میں امیر المؤمنین حضرت علی بھی ہیں......... کا مذہب یہ ہے کہ جتنی طلاقیں دی جائیں اتنی پڑیں گی۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا صفی الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ

"جمہور جس میں ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین بھی شامل ہیں کی رائے یہ کہ اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہونگی اور خاوند کے لئے رجوع کا موقع اب باقی نہیں رہے گا" (شرح بلوغ المرام ۲/۶۹۹)

ناظم صاحب! اب تو سمجھ میں آگیا ہو گا نا، کہ جمہور امت کے یہاں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں یا ایک؟ اور ایک ماننا کس کا شعار ہے؟ محترم! اب بھی وقت ہے اپنے اوپر اور اپنی قوم پر رحم کھایئے اور روافض کی طرح حرام کاری وزناکاری کا دروازہ کھول کر "من تشبہ بقوم فھو منھم" کا مصداق نہ بنیں۔

قولہ: ایک صحیح حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں وضاحت.........

اقول: کیوں جناب! کیا اب آپ کے یہاں قرآن کریم بھی حجت نہیں رہی کہ قرآن چھوڑ کر حدیث کا مطالبہ کرنے لگے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ "الاھم فالاھم" کے تحت پہلے کسی آیت کا مطالبہ کرتے پھر حدیث کا نمبر آتا، خیر آپ کے یہاں حجت ہو یا نہ ہو ہمارے یہاں چونکہ پہلا مقام حاصل ہے اس لئے ہم ایک نہیں بلکہ چھ حدیثوں سے وضاحت کریں گے لیکن پہلے آپ کو قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنے پر مجبور کریں گے اس کے بعد پھر حدیث بیان کریں گے۔

سورۃ بقرہ میں ہے!

> الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان.........فان طلقها فلا تحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجاً غيره

> ترجمہ: طلاق دو بار ہے پھر بھلے طریقے پر روک لینا ہے یا بھلے طریقہ پر چھوڑ دینا.........(لیکن اگر تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس وقت تک طلاق دینے والے مرد کے لئے حلال نہیں جب تک مطلقہ کسی اور کے نکاح میں نہ چلی جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسی طلاق جس کے بعد بھی شوہر بیوی کو رکھ سکتا ہے صرف دو ہے لیکن اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی کو نہیں رکھ سکتا ہے خواہ یہ طلاقیں ایک مجلس اور ایک لفظ میں دی جائیں یا الگ الگ۔

اب احادیث پڑھیے:

پہلی حدیث:

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وھب قال اخبرنا مخرمہ عن ابیہ قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلّق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعاً فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہر کم حتیٰ قام رجلاً وقال یا رسول اللہ الا اقتلہ (نسائی ۲/ ۸۲، مشکوٰۃ ص ۲۸۴ با المطلقۃ الثلاثاء)

محمود بن لبید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے (چونکہ تین طلاق ایک ساتھ دینا گناہ ہے اس لئے اس کی اس حرکت پر) آپ کھڑے ہو گئے غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میرے رہتے ہوئے کتاب اللہ سے کھیل کیا جارہا ہے (آپ کا غصہ دیکھ کر) ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں کیوں نا اس کو قتل کر دوں۔ اگر تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق پڑتی تو نہ گناہ ہوتا اور نہ آپ اس طرح غصہ ہوتے۔

قاضی ابو بکر ابن العربی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فلم یر دہ النبی ﷺ بل امضاہ کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضی طلاقہ الثلاث ولم یر دہ (بحوالہ معارف القرآن)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ دی ہوئی تینوں طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ نافذ فرما دیا جس طرح عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا اور رد نہیں کیا تھا۔

دوسری حدیث:

حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت عبد اللہ بن عمر نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی پھر ارادہ کیا کہ بقیہ دو طہروں میں دو طلاقیں دے دیں گے، حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: اے ابن عمر! اس طرح اللہ نے تم کو حکم نہیں دیا ہے، تم نے سنت طریقہ کے خلاف کیا، سنت طریقہ

یہ ہے کہ طہر کا انتظار کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے، اس کے بعد آپ نے مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے رجوع کر لیا، پھر فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائے تو تم کو اختیار ہے چاہو تو اس کو طلاق دے دینا یا اس کو روک لینا، (حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں) پھر میں نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ

یارسول اللہ! ارایت لو انی طلقتھا ثلاثاً اکان یحل لی ان اراجعھا قال لا کانت تبین منھا وتکون معصیۃ (دار قطنی ۲/۴۳۸ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۸/۳۳۶)

اگر میں نے تین طلاق دی ہوتی تو کیا میرے لئے دوبارہ رکھنا جائز ہوتا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں اس صورت میں بیوی تم سے جدا ہو جاتی اور تم گنہگار ہوتے۔

تیسری حدیث:

حضرت حسن بن علی نے اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی "انطلقی فانت طالق ثلاثاً" چلی جا تجھ کو تین طلاق ہے، عائشہ چلی گئیں، بعد میں حضرت حسن کو معلوم ہوا کہ عائشہ کو جدائی کا بہت غم ہے تو روتے ہوئے فرمایا: اگر میں نے طلاق بائنہ، نہ دی ہوتی تو دوبارہ رکھ لیتا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

ایما رجل طلّق امرأتہ ثلاثاً عند کل طھر تطلیقۃ او عند رأس کل شھر تطلیقۃ او طلّقھا ثلاثاً جمیعاً لم تحلّ لہ حتّٰی تنکح زوجاً غیرہٗ (دار قطنی ۲/۴۳۸ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۸/۳۳۸)

جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق اس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے یا ہر مہینہ کے شروع میں ایک طلاق دے یا تین طلاقیں ایک ساتھ دے (تو پڑ جائے گی) جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

چوتھی حدیث:

حضور ﷺ کے زمانہ میں حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ کے درمیان لعان کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد حدیث میں یہ الفاظ ہیں!

فلما فرغا قال عویمر کذبت علیھا یارسول اللہ ان امسکتھا فطلّقھا ثلاثاً قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ (بخاری ۲/ ۷۹۱، نسائی ۲/ ۸۳، ابو داؤد ص ۳۰۵، مسلم ۱ / ۴۸۹)

یعنی جب حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ لعان سے فارغ ہو گئیں تو عویمر نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اس کو اب بھی رکھوں تو جھوٹا ہونگا، چنانچہ آپ کے حکم دینے سے پہلے ہی ان کو تین طلاق دے دی۔

امام بخاری اس حدیث کو ''باب من اجاز الطلاق الثلاث'' اور امام نسائی ''باب الرخصة فی ذالك'' یعنی ''الرخصة فی الثلاث المجموعة'' کے تحت لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی اور اس پر آپ نے نکیر نہیں فرمائی، چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

''لولا وقوع الثلاث مجموعة لانکر ذالك علیه''

اگر تین طلاق ایک ساتھ دینا صحیح نہ ہوتا تو حضور منع فرماتے (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)

علامہ نووی فرماتے ہیں:

لو کان الثلاث محرماً لانکر علیه (شرح مسلم نووی ۱/ ۴۸۹)

یعنی اگر تین طلاق دینا حرام ہوتا تو حضور ﷺ نکیر فرماتے۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ:

فانفذہ رسول اللہ ﷺ (ابو داؤد ص ۳۰۶ باب اللعان)

یعنی نبی کریم ﷺ نے حضرت عویمر کی تین طلاق کو نافذ فرما دیا۔

پانچویں حدیث:

عن عائشة انّ رجلاً طلق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی ﷺ اتحل للاول قال لا حتّی عسلتھا کما ذاق الاول (بخاری ۲/ ۷۹۱)

ترجمہ: ایک صاحب نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اس نے (دوسرے سے) نکاح کیا پھر اس نے بھی طلاق دے دی، نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تک حلال نہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح کچھ ذائقہ نہ چکھ لے۔

اس حدیث کو امام بخاری "باب من جوّز الطلاق الثلاث" کے تحت لائے ہیں، معلوم ہوا کہ اس شخص نے بھی تین طلاقیں ایک ساتھ دی تھیں۔

چھٹی حدیث:

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے ان سے بتایا کہ ان کے شوہر ابو حفص بن مغیرہ مخزومی نے ان کو تین طلاق دے دی اور یمن چلے گئے، حضرت خالد بن ولید ایک جماعت کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے مکان میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: انّ اباحفص طلق امرأته ثلاثاً فهل لها نفقة فقال رسول الله ﷺ ليس لها نفقة و عليها العدة. کہ ابو حفص نے اپنی بیوی کو (ایک ساتھ) تین طلاق دے دی ہے تو کیا وہ نفقہ کی حقدار ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے نفقہ نہیں ہے البتہ عدت واجب ہے (مسلم ۱/۴۸۴)

یہی واقعہ نسائی ۲/ ۸۳، ابن ماجہ ص ۱۴۵، دار قطنی میں بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو حفص تین طلاقیں ایک ساتھ ایک مجلس میں دیئے تھے، چنانچہ دار قطنی کے الفاظ یہ ہیں:

ان حفص بن المغيرة طلّق امرأته فاطمة بنت قيس على عهد رسول الله ﷺ ثلاث تطليقات في كلمة واحدة (دار قطنی ۴/ ۱۲ بحوالہ راہ اعتدال)

حفص بن مغیرہ نے عہد نبوی میں اپنی بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی۔

نسائی نے باب قائم کیا ہے:

" باب الرخصة في ذالك أي الرخصة في الثلاث المجموعة "

ابن ماجہ نے باب باندھا ہے

"باب من طلّق فی مجلس واحدٍ"

مذکورہ تمام احادیث کو بار بار پڑھئے اور تنہائی میں بیٹھ کر غور کیجئے، پھر بتایئے کہ حدیث کی روشنی میں وضاحت ہو گئی یا نہیں؟ اور بشرط انصاف یقیناً ہو گئی ہے تو خدا واسطے لوگوں کو حرام کاری میں مبتلا کرنا چھوڑ دیں اور دنیا جو چند روزہ ہے اس کی خاطر آخرت برباد نہ کریں۔

شاید ابھی آپ کو تشفی نہ ہوئی ہو، اس لئے کہ ابھی آپ کے دلائل کا جائزہ نہیں لیا گیا، اس لئے آیئے آپ کی تشفی کی خاطر آپ کے مستدلات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔

آپ کی پہلی دلیل حضرت طاؤس کی وہ روایت ہے جسے امام احمد، امام ابو داؤد اور امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

> ابو صہباء نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ کیا حضورؐ حضرت ابو بکر اور عمر کے عہد خلافت کے ابتدائی تین سال میں تین طلاق ایک نہ مانی جاتی تھی؟ حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ ہاں! جب عہد فاروقی میں لوگ بکثرت اس طرح طلاق دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو جاری فرما دیا۔ (مسلم ۱ر ۴۷۸)

معلوم ہوا کہ اصل سنت جس پر عہد نبوی و صدیقی اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی خلافت میں عمل رہا وہ یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جائیں گی اور حضرت عمرؓ نے جو تین نافذ فرمایا وہ سیاسۃً اور مصلحتاً تھا۔

لیکن جناب والا! آپ جیسے صحیح، صریح، مرفوع، متصل، غیر معارض حدیث کا مطالبہ کرنے والے کیلئے زیب نہیں دیتا کہ وہ اس روایت سے استدلال کرے۔

اولاً: اس لئے کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے محض اس لئے اس روایت کی تخریج نہیں کی کہ حضرت ابن عباس کی جملہ صحیح روایات اس کے معارض ہے (سنن الکبریٰ بحوالہ عمدۃ الاثاث)

آپ کے قاضی شوکانی امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے تمام شاگرد اس کے خلاف روایت کرتے ہیں جو طاؤس نقل کرتے ہیں (نیل الاوطار بحوالہ مذکورہ)

حافظ ابن رشد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے جملہ جلیل القدر شاگرد سعید ابن جبیر، عطا، عمرو بن دینار اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی ایک خاص جماعت اس کے خلاف روایت کرتی ہے صرف طاؤس اس پوری جماعت کے خلاف روایت کرتے ہیں (بحوالہ مذکورہ)۔

محترم! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حضرت ابن عباس کی جملہ صحیح روایات کو چھوڑ ایک شاذ روایت پر عمل کیا جائے؟

ثانیاً: اس لئے کہ اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ مدخول بہا کے بارے میں ہے یا غیر مدخول بہا کے بارے میں؟ اور نہ ہی یہ صراحت ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا علم تھا یا نہیں کہ تین طلاق ایک مانی جا رہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

> اس حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ حضورؐ نے تین طلاقوں کو ایک کیا تھا یا ان کو ایک کی طرف لوٹایا تھا اور نہ اس میں یہ چیز موجود ہے کہ حضورؐ کو اس کا علم ہوا اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اور حجت تو صرف اسی چیز میں ہے جو آپ نے فرمائی ہو یا کوئی کام کیا ہو یا آپ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اس پر نکیر نہ فرمائی ہو (محلی ۱/۲۰۶ بحوالہ مذکورہ)۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث سرے سے مرفوع ہی نہیں نہ تو مرفوع قولی نہ فعلی نہ تقریری، اور جب مرفوع کی تینوں اقسام سے خارج ہوگئی تو ابن عباسؓ کا قول اور حدیث موقوف ہوگئی جس سے آپ کے یہاں استدلال کرنا درست نہیں، اس لئے کہ آپ کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں کہ:

قول صحابی حجت نیست، یعنی صحابی قول حجت نہیں (فتاویٰ نذیریہ ۱/۳۴۰ بحوالہ صحابہ کرام کا مقام)

سرتاج غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان بھوپالی فرماتے ہیں:

حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است، صحابہ کی تفسیر سے دلیل قائم نہیں ہوتی (بدور الاہلہ ص ۱۳۹ بحوالہ مذکورہ)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

در موقوفات صحابہ حجت نیست، صحابہ کے موقوفات یعنی اقوال کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا (دلیل الطالب ص ۶۱۷ بحوالہ مذکورہ)

نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ:

صحابہ کا قول حجت نہیں (عرف الجادی ص ۲۰۷ بحوالہ مذکورہ)۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر یا تو یہ کہا جائے گا کہ حضور کو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کو ایک مان رہے ہیں یا یہ کہا جائے کہ ابن عباس کی یہ روایت اس عورت کے بارے میں ہے جس سے اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو اور عبد اللہ بن عباس یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عہد نبوی و صدیقی اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں جب لوگ اپنی ایسی عورتوں کو جس سے صحبت نہ کی ہو " تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے " کہہ کر تین طلاق دیتے، تو چونکہ صحبت سے پہلے بیوی ایک ہی طلاق سے شوہر سے جدا ہو جاتی ہے اور طلاق کا محل نہیں رہتی، اس لئے پہلے کی ایک طلاق اس پر پڑ جاتی اور آخر کی دو طلاقیں لغو اور بے کار ہو جاتیں مگر بعد میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت کا

ابتدائی زمانہ گذرنے کے بعد جب لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور ایسی عورت کو جس سے ہمبستری نہ کی ہو "انت طالق ثلاثاً" کہ تجھے تین طلاق ہے، کہہ کر ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے، چونکہ اب "تجھے تین طلاق ہے" کا لفظ نکاح باقی رہتے ہوئے بولا جاتا اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، یعنی حضرت عمرؓ نے کوئی نیا حکم نہیں صادر فرمایا بلکہ وہی فرمایا جو عہد نبویؐ سے چلا آ رہا تھا اور آج بھی یہی مسئلہ ہے کہ ایسی بیوی جس سے صحبت نہ کی ہو "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے" کہہ کر تین طلاق دینے سے صرف ایک ہی طلاق پڑے گی لیکن مدخول بہا بیوی کو تین ہی پڑیں گی جیسا کہ بالتفصیل گذر چکا۔ ہمارے اس تاویل کی تائید ابو داؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں "قبل ان یدخل بھا" کی صراحت ہے، کہ جب آدمی ہمبستری کرنے سے پہلے تین طلاق دیتا تو ایک مانی جاتی ورنہ اگر ہمبستری کے بعد تین طلاق دیتا تو تین ہی مانی جاتی۔ (ابو داؤد ۱/۲۹۹)

دوسرا جواب حضرت ابن عباس کی روایت کا یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ علامہ نووی نے اسی کو سب سے صحیح جواب کہا ہے کہ حضور اکرمؐ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں جب " تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے" کہہ کر طلاق دی جاتی تو عموماً لوگوں کی نیت دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید ہوتی، طلاق کی نیت نہ ہوتی جیسے اردو میں کہا جاتا ہے " تجھے فلاں کام کرنا ہے، کرنا ہے، کرنا ہے" اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ تین بار کرنا ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ "ضرور کرنا ہے" ایسے ہی جب لوگ کہتے کہ ہم نے دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت کی ہے، چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے اندر تدیّن، تقویٰ، خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا اس لئے ان کی باتوں پر یقین کر لیا جاتا اور ان کی نیت کے مطابق ایک طلاق کے پڑ جانے کا فیصلہ کر دیا جاتا، مگر بعد میں جب ان میں تقویٰ اور خوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا، حضورؐ کی حدیث "اکرموا اصحابی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یظھر الکذب" کے مطابق پہلے جیسی سچائی، امانت داری نہ رہی، دنیا کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، لوگ تین طلاقیں دینے کے باوجود اپنی عورتوں کو اپنے پاس روکنے کے لئے جھوٹ بولنے لگے کہ ہم نے تاکید کی نیت کی تھی، تو حضرت عمرؓ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ اب جو اپنی بیوی کو تین طلاق دے گا اسے تین ہی قرار دیں گے اور اس کی بات کا اعتبار

نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہے حدیث ابن عباس کا صحیح مطلب، وہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا ہے کہ تین طلاق بنیت طلاق دینے کے باوجود ایک ہی پڑتی تھی۔ (شرح مسلم نووی ۱/ ۴۷۸)

رہ گئی آپ کی وہ دلیل جس میں آتا ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو حضورؐ نے فرمایا! رجوع کر لو۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! میں نے تین طلاقیں دی ہیں، حضورؐ نے فرمایا رکانہ! میں جانتا ہوں تم رجوع کر لو (ابو داؤد ۱/ ۲۹۸) مسند احمد میں بھی صراحت ہے کہ رکانہؓ نے تین طلاق دی، اس کے باوجود آپ نے رجوع کرنے کا حکم دیا، اگر تینوں طلاقیں پڑ جاتیں تو آپ دوبارہ رکھنے کے لئے نہ کہتے۔

لیکن محترم! آپ کا اس حدیث سے استدلال کرنا اور یہ کہنا کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ انہوں نے "طلاق بتہ" دی تھی، چنانچہ ترمذی میں ہے

"عن عبد اللہ بن یزید بن رکانہ عن ابیہ عن جدہ قال اتیت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللہ انی طلقت امرأتی البتۃ" (ترمذی ۱/ ۲۲۲)

ابن ماجہ اور ابو داؤد میں ہے:

طلق امرأتہ البتۃ (ابن ماجہ ص ۱۴۸، ابو داؤد ۱/ ۲۹۹)

یعنی حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی (نہ کہ تین طلاق)

اور یہی روایت زیادہ صحیح بھی ہے، چنانچہ امام ابو داؤد "البتۃ" والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ھٰذا اصح من حدیث ابن جریج انّ رکانۃ طلّق امرأتہ ثلاثا لانّھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ (ابو داؤد ص ۳۰۱)

یعنی حضرت رکانہ کی "طلاق بتہ" والی روایت ابن جریج کی اس روایت سے زیادہ صحیح ہے جس میں تین کی صراحت ہے کیونکہ "بتہ" والی حدیث ان کے گھر والے بیان کرتے ہیں اور وہ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

اثبت ما روی فی قصۃ رکانۃ انّہٗ طلقھا البتۃ لا ثلاثاً (نیل الاوطار ۶/۲۴۵ بحوالہ غیر مقلدین کے اعتراضات حقیقت کے آئینہ میں)

یعنی جو بات قصہ رکانہ میں پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے طلاق "بتہ" دی تھی۔

علامہ ابن حجر "مسند احمد" کی تین طلاق والی روایت پر لکھتے ہیں!

وقد روی ابوداؤد من وجہٍ آخر احسن منہ انّ رکانۃ طلّق امرأتہ سھیمۃ البتۃ (بلوغ المرام مع شرح ۲/۷۰۰)

ابوداؤد نے جس دوسرے طریقہ سے اسے نقل کیا ہے وہ زیادہ بہتر ہے یہ کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔ (نہ کہ تین طلاق)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ " طلاق بتہ" والی روایت " تین طلاق والی" روایت کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے بلکہ " تین طلاق" والی روایت ضعیف ہے، چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

اما الروایۃ التی رواھا المخالفون انّ رکانۃ طلقھا ثلاثاً فجعلھا واحدۃ فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجھولین (شرح مسلم نووی ۱/۴۷۸)

یعنی وہ روایت جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھیں اور حضورؐ نے اس کو ایک قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہے، یہی ضعیف کی بات علامہ ابن حجر نے بھی کہی ہے۔ (شرح بلوغ المرام ۲/۷۰۰)

اور جب " طلاق بتہ" والی روایت ہی زیادہ صحیح ٹھہری تو آپ کا استدلال بھی باطل ہو گیا۔ اس لئے کہ لفظ " بتہ" سے ایک طلاق بھی دی جاتی ہے اور تین طلاق بھی، اسی لئے تو جب حضرت رکانہ نے " طلاق بتہ" دی

تو حضور ﷺ نے پوچھا کتنے طلاقوں کی نیت کی ہے ایک کی یا تین کی؟(ابو داؤد ا/ ۳۰۰)اگر "طلاق بتہ" صرف تین ہی طلاقوں کے لئے ہوتا تو حضورؐ سوال نہ فرماتے کہ ایک کی نیت کی ہے یا تین کی؟

امام ترمذی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فروی عن عمر بن الخطاب انہ جعل البتۃ واحدۃ وروی عن علی انّہ جعلھا ثلاثاً وقال بعض اھل العلم فیہ انّہ الرجل ان نوی واحدۃ فواحدۃ وانّ نوی ثلاثاً فثلاث وقال الشافعی ان نوی واحدۃ فواحدۃ یملك الرجعۃ وانّ ثنتین فثنتین وان نوی ثلاثاً فثلاث(ترمذی ا/ ۲۲۲)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے " طلاق بتہ کو ایک قرار دیا، حضرت علی سے روایت ہے کہ انہوں نے " طلاق بتہ " کو تین قرار دی، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر طلاق دینے والے نے ایک کی نیت کی ہے تو ایک اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین طلاق پڑے گی، امام شافعی فرماتے ہیں کہ: اگر طلاق دینے والے نے ایک کی نیت کی ہے تو ایک طلاق پڑے گی اور وہ دوبارہ رکھ سکتا ہے، دو کی نیت کی ہے تو دو اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تین طلاق پڑے گی۔

اور حضرت رکانہؓ نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اس لئے آپ نے دوبارہ رکھنے کی اجازت دی، اگر تین کی نیت ہوتی تو آپ ہرگز اجازت نہ دیتے" فقال رکانۃ ما أردت الا واحدۃ فردھا الیہ " یعنی رکانہؓ نے جواب دیا کہ: اللہ کی قسم ایک ہی کی نیت تھی تو حضور نے دوبارہ ان کی بیوی کو ان کے پاس لوٹا دیا۔ لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ حضرت رکانہؓ نے اپنی اہلیہ کو تین ہی طلاق دی تھی اصرار بے جا اور ہٹ دھرمی کے علاوہ حضورؐ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، دیگر صحابہ کرام، امام شافعی، امام ترمذی وغیرہ کی صراحت کے خلاف بھی ہے۔ ایک انصاف پسند کے لئے اتنی بحث کافی ہے ورنہ متعصب اور ہٹ دھرم کے لئے تو دفتر بھی بے کار ہے۔

قولہٗ: ہم اپنے دلائل قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس شرعی سے پیش کریں گے۔

اقول:

ارے واہ! "جماعت اہل حدیث" اجماع اور قیاس کو مان گئی، اب تو سارے اختلافات ہی ختم ہو گئے۔۔۔ اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے ڈیڑھ سو سال سے مسلمان جس چیز کو لے کر باہم دست و گریباں تھے اس کو یک لخت ختم کر دیا، اب انگریزوں نے مسلمانوں کے مابین اختلاف و انتشار کی جو بیج بوئی تھی وہ خاک ہو جائے گی، تقلید، طلاق ثلاثہ، تراویح، رفع یدین، قرأت خلف الامام، آمین، مصافحہ، حجیت اجماع و قیاس، ٹوپی اوڑھنے نہ اوڑھنے، منی، خون وغیرہ کی پاکی ناپاکی، گوہ وغیرہ کی حلت و حرمت کا اختلاف بھی ختم ہو جائے گا، کوئی ہمیں کافر و مشرک، بدعتی جہنمی وغیرہ نہیں کہے گا، مسلمانوں کی باہمی عداوت و نفرت محبت و موّدت اور اخوت و بھائی چارگی میں تبدیل ہو جائے گی، آج کے بعد فروعی اختلافات میں بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مجادلہ کے لئے کوئی مجلس نہیں لگے گی، اللہ کی تدبیر کے سامنے دشمنان خدا و دشمنان رسول کی ساری جعل سازی اور مکر و فریب بے کار ہو جائیں گے، اللہ نے سچ فرمایا: " ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الما کرین "

ارے یہ کیا ہو گیا؟ کب نیند آ گئی؟ کیسے کیسے خواب دیکھ رہا تھا؟ کاش یہی خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا تو کتنا اچھا ہوتا، اللہ کے حضور شکرانہ سجدہ ریز ہو جاتا......................... نہیں! نیند تو نہیں آئی تھی، قلم کاغذ ہاتھ ہی میں ہے .... نہیں نہیں! یہ خواب نہیں تھا .... یہ تو مولانا نثار احمد صاحب کی تحریر سامنے رکھی ہے............ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے.... وہ کوئی معمولی آدمی بھی نہیں بلکہ غالباً مدرسہ پڑرو پور کے "ناظم اعلیٰ" اور متحدہ ضلع بستی کی جماعت اہل حدیث کے ترجمان ہیں.......... ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں کو ناکام و نامراد کرنے کیلئے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی ہو .... یہ تو صحیح ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن شاید غلط سوچ رہا ہوں، ایسا نہیں ہو گا، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو ایک شور ہوتا، مسلمان جو ابھی تک باہم دست و گریباں تھے وہ ایک دوسرے سے معانقہ و مصافحہ کرتے .... افوہ! اب سمجھ میں آیا کہ ان کا تعلق شیعوں سے ہے اور بغض صحابہ، طلاق وغیرہ بہت سارے مسائل میں یہ شیعوں سے اتفاق رکھتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ شیعوں کی طرح ان کے یہاں بھی "تقیہ" دین و ایمان ہو اور بطور تقیہ دل کی اصل بات کو چھپا کر کسی مصلحت سے

ایسا لکھا ہو .... لیکن اس راستہ سے بھی تو یہ نہیں بچ سکتے اس لئے کہ ان کے آباء و اجداد کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، ان میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ " اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں، حجت و دلیل صرف قرآن اور حدیث ہے، قیاس کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اس لئے کہ اس نے ہی سب سے پہلے قیاس کیا تھا 'اول من قاس ابلیس" وغیرہ........

ہاں! اب سمجھ میں آیا........... انہیں یہ خوف محسوس ہوا ہو گا کہ اگر اجماع و قیاس کو ہم ان کے سامنے تسلیم نہیں کریں گے اور صرف عمل بالحدیث کا دعویٰ کریں گے تو وہ (مقلدین) قینچی اور استرہ لے کر ہماری عورتوں کا ختنہ کرنے پہونچ جائیں گے اس لئے کہ بخاری کی روایت " اذا التقی الختانان" سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں عورتوں کا بھی ختنہ ہوتا تھا۔ انہیں کھڑے ہو کر پیشاب بھی کرنے پر مجبور کریں گے کیوں کہ حدیث ہی میں ہے "فبال قائماً" کہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور سب پر حضورؐ کا اتباع واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، اسی طرح حدیث کی کتابیں دکھا کر کے نہ جانے کیا کیا کرا دیں گے اور ہم " اہل حدیث" ہونے کے ناطے کچھ بھی نہیں کر پائیں گے .... یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ مولانا کی بے ڈھنگی تحریر، انداز تکلم اور علم دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہی صحیح بھی ہے کہ وہ اپنے اصول اور دلائل سے بھی نا آشنا ہیں، ان کے یہاں تو یہ شعر مشہور ہے۔

ہم اہل حدیث کے دو اصول　　　　قرآن اور سنت رسولؐ

نواب نور الحسن خان بن نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ:

اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں (عرف الجادی ص ۳)

ورنہ اگر اجماع و قیاس ان کے یہاں حجت اور دلیل ہوتا تو" تین طلاق، جمعہ کی اذان ثانی، تقلید شخصی، خطبۂ جمعہ کے عربی میں ہونے وغیرہ میں جس پر صدیوں سے امت کا اجماع ہے کوئی اختلاف نہ ہوتا۔(اغاثۃ اللھفان ۱/ ۳۲۳، منہاج السنہ ۳/ ۲۰۴، حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۲۳)

مولانا! اصل بات وہ نہیں ہے جو آپ لکھے ہیں بلکہ اصل بات وہ جو آپ کے دل میں پوشیدہ ہے یا آپ کے آباء و اجداد کی کتابوں میں ہے کہ اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں (عرف الجادی ص ۳) اس لئے آپ سوچ سمجھ کر بات کریں آپ کی طرح ساری دنیا نادان اور بھولی نہیں ہے جو آپ کی گرفت نہ کر سکے۔

قولہ (۵) دنیا کا کوئی بھی انسان جس کا عمل اسوۂ رسول کے خلاف ہو گا وہ ہمارے نزدیک باطل ہے۔

اقول: مولانا! یہ بھی تو بتا دیجئے کہ اسوۂ رسولؐ ہر کس و ناکس کو کیسے معلوم ہو گا جس پر دوسرے کے عمل کو پرکھا جائے؟ کیا انگریزی میم کی حفاظت کرنا، مجاہدین کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، جس چیز پر پوری امت کا اجماع ہے اس کے خلاف اشتہار بازی کرنا اسوۂ رسول ہے؟

قولہٗ: نیز آپ کے مسائل کے دلائل ہم آپ کی کتابوں سے واضح کریں گے۔

اقول: واہ! کیا خوب: جو اپنے اصولوں سے بھی نا آشنا ہو وہ چلا ہے ہماری کتابوں سے دلائل بیان کرنے۔

قولہٗ: نیز اختلاف کی جڑ تقلید ہے۔

اقول: کونسی تقلید اختلاف کی جڑ ہے تقلید مطلق یا تقلید شخصی؟ اگر تقلید مطلق اختلاف کی جڑ ہے تو پھر نواب صدیق حسن خان بھوپالی، نواب وحید الزماں حیدر آبادی، مولانا حسین بٹالوی وغیرہ "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ، لغات الحدیث اور اشاعت السنہ" میں مطلق تقلید کے تارکین پر ماتم کیوں کر رہے ہیں؟ اور ان کی گمراہی کا رونا کیوں رو رہے ہیں؟ اور اگر تقلید شخصی اختلاف کی جڑ ہے تو کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے ڈھائی نفر کے علاوہ پوری امت کیسے ایک مہلک چیز پر متفق ہو گئی؟ کیا آپ جیسے "اہل حدیث" اور "عمل بالحدیث" کا دعوی کرنے

والے کے سامنے سے نبی ﷺ کی حدیث "ید الله علی الجماعه" اور "لا تجتمع امتی علی الضلالة" (کہ میری امت ضلالت و گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی) نہیں گذری؟ اور اگر گذری ہے تو کیا آپ کے خیال مبارک میں نبی کا فرمان غلط ہو سکتا ہے؟ پھر آیت قرآنی "ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کا کیا مطلب ہو گا؟ یا اب حدیث بھی حجت نہیں رہ گئی؟ آپ نے دعوی تو کر دیا کہ "اختلاف کی جڑ تقلید ہے" لیکن اس کی کوئی دلیل اور ثبوت نہیں پیش کیا، کیا غیر مقلدین کی دنیا میں دعوی بغیر دلیل کے معتبر ہوتا ہے؟ حدیث رسول ﷺ "البنیة علی المدعی" کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے؟ سوچ سمجھ کر سارے سوالوں کا جواب دیجئے گا؟

قولہ (۸): اگلی گفتگو سکھوئی اسکول پر ہو گی اگر وہاں کے لوگ تیار نہ ہوں گے تو بھرتھنا یا بکینہا میں ہو گی۔

اقول: "سکھوئی، بھرتھنا اور بکینہا" چھوڑیے آپ اپنے گھر کے بند کمرہ میں بھی نہ تو کبھی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں اور نہ تیار ہونگے۔

قولہ (۹) صحیح چیز کا علم سب تک پہنچنا (گفتگو کا مقصد)۔

اقول: مقصد تو ہے "صحیح چیز کا علم سب تک پہنچنا" اور گفتگو ہو گی صرف دو لوگوں کے درمیان اور وہ بھی بند کمرہ میں، واہ! کیا خوب، جب آپ کا یہی مقصد تھا تو "مدرسہ بحر العلوم بلوہا، سدھارتھ نگر" کے "دفتر اہتمام" سے لوگوں کو کیوں بھگایا گیا؟ دروازہ بند کر کے کیوں شرائط طے کی گئیں؟ اسی لئے نا کہ باہر کے لوگ سن نہیں رہے ہیں، ہم یہاں سے جانے کے بعد لوگوں میں مشہور کر دیں گے کہ "ہم ان کے مدرسہ میں گھس کر مناظرہ کرنے کے لئے گئے لیکن وہ تیار نہیں ہوئے، مفتی صاحب ہم سے گفتگو اور بحث نہیں کر سکے وغیرہ وغیرہ"۔ چنانچہ معتبر ذرائع سے راقم کو خبر ملی کہ آپ نے یہی مشہور کرنے کی کوشش کی بلکہ کیا بھی یہی، مگر چونکہ عوام "بلوہا" کی جامع مسجد کے خطاب اور "غیر مقلدین کی ناحق خامہ فرسائی کا تحقیقی جائزہ" اور "غیر مقلدین کے دجل و فریب کا انکشاف" سے آپ کی لا جوابی کا مشاہدہ کر چکی تھی۔ ادھر عوام ۲۳/ اپریل بروز منگل ۲۰۱۳ء کی گفتگو، شرائط کی تحریر اور آپ کے چہرے

سے جہالت کے آثار دیکھ چکی تھی اس لئے نہ تو کوئی آپ کی سننے کے لئے تیار ہوا اور نہ ساتھ دینے کے لئے، اور آپ کی عزت کا وہ ہوا جو ہونا تھا۔

قولہ:

رضامندی کی دستخط	گواہ (۱)	گواہ(۲)
مولانا نثار احمد	ڈاکٹر محمد طیب	نعیم اللہ
ابو الکلام غفرلہ		

اقول: مولانا اتنے گمنام ہیں ایسا لگتا ہے کبھی کسی نے آپ کو "مولانا" نہیں کہا، خیر صبر کیجئے، اس کتاب کے ذریعہ ان شاء اللہ آپ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کو "مولانا" کہنے والوں کی کمی نہیں رہے گی۔

مولانا نثار احمد صاحب کی تحریر مع تبصرہ وجواب مکمل ہوئی، اہل سنت وجماعت (احناف) کی طرف سے مفتی ابو الکلام صاحب نے جو تحریر دی تھی وہ یہ ہے:

مفتی ابو الکلام صاحب کی تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی مولانا نثار احمد صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام مسنون ماہو المعروض ایں کہ احقر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ آپ کی طرف سے کئے گئے سوالات کا جواب دینے کے لئے تیار ہے۔

(۱) باہمی گفتگو ریکارڈ کی جائے گی اور تحریری شکل میں بھی دی جائے گی۔

(۲)　ایک وقت میں ایک فریق کو صرف بیس منٹ گفتگو کرنے کا حق ہو گا۔

(۳)　ہر فریق کے دو دو عالم اور ایک ایک حکم ہوں گے۔

(۴)　مسئلہ نہ سلجھنے کی صورت میں دونوں حکم کی بھی آپس میں گفتگو ہو گی۔

(۵)　ہم (اہل سنت و الجماعت) کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس سے استدلال کریں گے اور فریق مخالف کی کتاب سے جواب بطور الزام اور دیگر علماء اہل سنت کی کتابیں بطور تائید پیش کریں گے۔

(۶)　چونکہ آپ (اہل حدیث) کے نزدیک دلائل شرعیہ صرف دو ہیں، کتاب اور سنت، اس لئے آپ ان ہی دونوں سے استدلال کرنے کے پابند ہوں گے۔

(۷)　اگلی گفتگو مدرسہ ضیاء العلوم سکھوئی میں ہو گی، اگر وہاں کے لوگ تیار نہ ہوئے تو بھر تھنا یا بکینہا میں ہو گی۔

(۸)　مزید آپ کے ذمہ ہماری طرف سے کئے گئے سوالات "سوال کرنے کا کیا مقصد ہے؟ مذکورہ مسائل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح کی کیا تعریف کی ہے؟" کے جوابات دینے ہوں گے اور آپ کی طرف سے کیا گیا دعوی "تقلید اختلاف کی جڑ ہے" مدلل کرنا ہو گا۔

آپ اس پر اپنی دستخط ثبت فرما دیں۔

(دستخط مولانا نثار احمد) مولانا نثار احمد	محرر ابو الکلام غفرلہ
دستخط گواہان (۱) ڈاکٹر محمد طیب　(۲) نعیم اللہ	

غیر مقلدین کا فرار

مذکورہ تحریر لینے کے بعد مولانا نے کہا کہ ہم کل تک مشورہ کر کے تاریخ بتا دیں گے لیکن شب و روز کی سوئی تھکتی رہی اور مفتی صاحب ڈاکٹر محمد طیب صاحب کے واسطے سے مسلسل تاریخ کا مطالبہ کرتے رہے اور جب کوئی جواب نہیں ملا (اور ملتا بھی کیسے جب کہ انہیں معلوم تھا کہ اگر تاریخ متعین کر دی گئی تو ہمارے گھر بھی آ جائیں گے) اور ان کے ٹال مٹول سے مفتی صاحب کو یقین ہو گیا کہ اب غیر مقلدین کے اندر سامنے آنے اور بحث و مباحثہ کرنے کی ہمت نہیں ہے تو مولانا عبد الحفیظ صاحب رحمانی کے ایماء سے راقم الحروف کو "غیر مقلدین کا فرار" لکھنے کا حکم دیا، گویا اس تحریر کے محرک اور داعی "مدرسہ معین العلوم بھٹیا" لجنۃ العلماء السلفیہ، بھٹیا اور مولانا نثار احمد صاحب ہی ہیں ہمارا قصور صرف اتنا ہے کہ اس تحریر کو منظر عام پر لانے میں ہم نے تاخیر کر دی اور اس غلطی پر ہمیں افسوس بھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق پر قائم و دائم رکھے اور ہر طرح کے شرور و فتن اور ضلالت و گمراہی سے حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

االلھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

والحمد للہ اولا وآخرا وصلی اللہ تعالی علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

عبد الرشید قاسمی سدھارتھ نگری

یکے از ابنائے قدیم مدرسہ انوار العلوم دھسہا، لہرا، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

یوم الخمیس، مابین العشائین

۲۰۱۵/۱۰/۲۱ء

۱۴۳۷/۱/۷ھ

07506002362

۶۔ سربکف کے ذریعے شائع شدہ آپ کی برقی کتاب کو قیمتاً فروخت نہیں کیا جاسکے گا، یہ اللہ کے بندوں کے لیے مفت میں دستیاب ہوگی۔ اگر آپ برقی کتب کو قیمتاً فروخت کرتے ہوئے پائے گئے تو آپ کا یہ عمل اخلاقی، شرعی اور قانونی جرم ہوگا۔ اس صورت میں دیگر کاروائیوں کے علاوہ آپ سے آئندہ ادارہ کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

۷۔ آپ کی کتاب کا کسی خاص زبان میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اردو کے علاوہ عربی، انگریزی، ہندی، مراٹھی اور دیگر زبانوں میں بھی دے سکتے ہیں۔ رومن اردو میں بھی کتاب دی جاسکتی ہے لیکن بہتر ہوگا کہ اسے اردو ہی میں شائع کرائیں۔

۸۔ ہر کتاب کی طرح آپ کی کتاب کے سرورق پر "سربکف پبلیکیشنز" لکھا ہوا ہوگا۔ کتاب کے آخر میں دوسری کتب کے اشتہارات یا ادارہ کی جانب سے نوٹس وغیرہ شامل ہوں گے۔ کتاب کے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی اشتہار شامل نہیں کیا جائے گا۔

۹۔ سرورق کا ڈیزائن مقرر رہے گا۔ اگر آپ سرورق خود ڈیزائن کرتے ہیں تو اس صورت میں "سربکف پبلیکیشنز" نمایاں حروف میں لازمی لکھنا ہوگا اور سرورق کی تصویر Image File ہمیں ارسال کرنی ہوگی۔

۱۰۔ کسی کو فوقیت نہ دیتے ہوئے "پہلے آئے پہلے پائے" کے مطابق سہولت فراہم کی جائے گی۔

نوٹ: اگر آپ مناسب خرچ برداشت کرسکتے ہوں تو Typo.pk ویب سائٹ کے ذریعے آپ یہ کام کرواسکتے ہیں۔ واضح رہے کہ Typo.pk سے آپ کی ڈیل کا "سربکف پبلیکیشنز" سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

آپ کا خادم

فقیر شکیب احمد

---- تمت بالخیر ----

غیر مقلدین کا فرار: عبد الرشید قاسمی سدھارتھ نگری

کل صفحات: ۵۱

(Including Front & Back Cover)

غیر مقلدین کا فرار

- غیر مقلدین کی اشتہار بازی
- طلاق ثلاث
- شراب کی حلت و حرمت
- کتے کی خرید و فروخت
- فرار مع ثبوت

-عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگری-

Sarbakaf Publications
Sarbakaf.blogspot.com